انسانی تربیت میں دعا کا کردار

خیر بانو[1] (پاکستان)

اشاریہ

خدا نے انسان کو اس جہان فانی میں بھیجا اس کا بنیادی اور اہم مقصد اس جہان کے تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے قرب خداوندی کو حاصل کرنا ہے۔ اور دعا اس مقصد کا ایک نہایت سھل ذریعہ ہے۔ دعا ایک ایسا فعل ہے جس کو قرآن اور احادیث میں عبادت کہا گیا ہے۔ انسان چاہے اس کا تعلق کسی بھی قوم یا مذہب سے ہو اس کی زندگی میں دعا کا کردار اور نقش نہایت اہمیت کا حامل ہے۔ جس طرح عبادت جس کی، کی جائے اس کا یکتا ہونا لازمی ہے اسی طرح جس سے مانگا جائے اس کے لئے بھی ضروری ہے کے وہ ہر چیز سے بے نیاز ہو اور ہر چیز دینے پر قادر ہو۔ دعا سھل ہونے کے ساتھ ساتھ کچھ اصول و ضوابط رکھتی ہے۔ اس تحریر میں مصنفہ نے قرآن و احادیث کی مدد سے انہی اصولوں اور ضوابط کو بیان کیا ہے اور انسانی تربیت میں اسکی ضرورت سے آگاہ کیا گیا ہے۔

بنیادی الفاظ: تربیت، دعا، نقش، کردار، قرآن.

---

۱. (ایم اے فقہ و معارف وایم فل علوم و قرآن و تفسیر مرحلہ آخر)

مقدمہ:

دعا اللہ کے بندوں پر بزرگ ترین لطف الٰہی ہے، دعا سر چشمہ خیر ہے، دعا مغز عبادت ہے۔ دعا میں عجز و انکساری کا اظہار ہوتا ہے اور خدا سے مدد طلب چاہتا ہے۔ اس طریقے سے مادی و دنیوی تعلق سے دور ہو جاتا ہے، تنہا اس کو دیکھتا ہے اور اس سے بات کرتا ہے۔ انسان دعا کے ساتھ خود کو معشوق کی راہ میں جانتا ہے۔ جہاں کا سچا معشوق خدا ہے۔

دعا ایک آغاز ہے، دعا ایک حرکت ہے وہ حرکت ضروری ہے بندے کی طرف سے آغاز ہو یہ قربت الٰہی کیلئے افضل ترین راہ اور محبوب ترین عمل ہے۔

دعا آسمانی قضا کو رد کرنے والی ہے، دعا ہی رحمت الٰہی کی کلید ہے دعا تمام دردوں کے لیے شفا ہے۔ لہٰذا دعا کی اہمیت، ان کے شرائط، کن شرائط کا نہ ہونا دعا میں ضروری ہے؟ اسی طرح دعا میں انسانی تربیت کا کردار قرآن واحادیث میں کیا ہے؟ اس کے بارے میں جاننا ہر انسان کے لیے ضروری ہے۔ تاکہ جس کے سبب انسانی تربیت ہو سکے، اور ہمارا معاشرہ بے تربیتی سے بچ سکیں۔

مفہوم شناسی

الف) دعا کا مفہوم

دعا کے لغوی معنی: بلانا، منگوانا، (ابراھیم مصطفیٰ، احمد حسن الزیارت، حامد عبدالقادر، محمد علی النجار، مترجم: ابن سرور محمد اویس، عبدالنصیر علوی مجم الوسیط، ص۷ ۳۳، ۵۸۔ طوسی، تفسیر التبیاں،)

قرآن میں دعا کے معنی

۱۔ دعا کرنا، خدا سے چاہنا: اجیب دعوۃ الداع اذا دعا؛ جب کوئی دعا کرنے والا مجھ سے دعا کرتا ہے۔ (بقرہ ۱۸۶)

۲۔۔استغاثہ

وادعوا شھداء کم من دون اللہ؛ اپنے تمام گواہوں کو بلالو (بقرہ/۲۳)

۳۔ درخواست کرنا

قالوا ادع لنا ربک یبین لنا ما لونھا (بقرہ ۶۹) انہوں نے کہا کہ اپنے رب سے دعا کیجئے کہ وہ صاف صاف بیان کردے کہ وہ گائے کیسی ہو.

۴۔ ندا دینا، صدا دینا

لاتجعلوا دعاء الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضا (نور/۶۳) تم رسول کے بلانے کو آپس میں ایک دوسرے کے بلانے کی مانند نہ قرار دو۔

دعا کا اصطلاحی معنی

«مدعو» سے کسی کے انجام دینے کی درخواست ہے، جو جملہ امر یا نہی اور کبھی خبری جملے کی صورت میں صادر ہوتی ہے۔

ب) تربیت کا مفہوم

تربیت کا لغوی معنی

1۔ لفظ تربیت (ربو) کے مادہ سے ہے یا (ربب) کے مادہ سے ہے۔ اگر لفظ تربیت (ربو) کے مادہ ہو تو اس کے لغوی معنی زیادہ کرنا، رشد کرنا اور نمو کرنا ہے اور اگر (ربب) کے مادہ سے ہو تو پھر اس کا معنی صاحب، خالق، مالک، اور اصلاح کرنے والے کے ہیں ۔ (احمد بن فارس بن زکریا، معجم المقاییس فی اللغۃ، ص۳۹۸)

2۔ لفظ تربیت کو ربو کے مادہ سے لیا گیا ہے (رَبوًا وَرُبُوًّا) بڑھنا، پرورش کرنا، اور تربیت کرنے کے معنی میں ہے۔ ترّبّی پرورش پانا، بڑھنا، تربیت پانا اور تعلیم پانے کے معنی میں ہے۔ (وحید الزمان قاسمی کیرانوی، قاموس الوحید، ص۵۹۵)

جیسا کہ قرآن پاک میں ارشاد خداوند متعال ہے: وَتَرَى الْأَرْضَ هَامِدَةً فَإِذَا أَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَاءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ (سورہ حج، آیۃ ۵) ”تم زمین کو مردہ پاؤ گے لیکن جب ہم اس پر پانی برسائیں گے تو وہ بڑھ جائے گی اور پھول جائے گی۔ ربّا المال: مال میں اضافہ ہونا یا بلند ہونا۔

ربّا الشّئ یربو ربوا، وربا زاد و نمی یعنی کسی چیز کا زیادہ ہونا، پروان چڑھنا، نشو نما پانا، پرورش کرنا ہے۔ تربیت بروزن تفعلہ اور مصدر تزکیہ کی طرح ہے۔ (احمد بن فارس بن زکریا، معجم المقاییس فی اللغۃ، ج ۲، ص ۴۵۳، فخر الدین بن محمد طریحی، مجمع البحرین)

صاحب کتاب مفردات القرآن کہتے ہیں کہ لفظ تربیت کو ربو کے مادہ سے لیا گیا ہے۔ ربا سے مراد یہ ہے کہ زیادہ کرنا، بڑھانا، پروان چڑھانا ربّی الصغیر باب تعب سے اور ربا یربو باب علو میں سے ہے۔ یعنی رشد پانا اور نمو

کرنا۔ اور جب اس کو متعدی کریں گے تو اس طرح ہو گا ّبیۃ فترّبّی میں نے اس کی تربیت کی وہ تربیت پا گیا۔ (حسن مصطفوی، التحقیق فی الکلمات القرآن، تہران، چ اوّل ۱۳۶۸ش، ج ۴، ص ۳۸،)

تربیت کا اصطلاحی معنی

اصطلاح میں تربیت سے مراد انسان کے اندر کچھ خاص افکار و خیالات کا بیج بو دیا جائے۔ تا کہ اس کے اندر کچھ خاص رجحانات کی آبیاری ہو سکے اور اس کے اخلاق و کردار کو ایک مخصوص سانچے میں ڈھالا جائے تو اس کو تربیت کہتے ہیں۔ (یوسف العرضاوی، فطری تربیت کے اہم تقاضے، ص ۲۹۷، لاہور، اسلامک پبلشرز لمیٹڈ)

شہید مرتضی مطہری کے مطابق تربیت سے مراد کسی چیز میں بالقوہ موجود استعداد اور صلاحیت کو بالفعل بنانا اور اس کی پرورش کرنا ہے۔ تربیت کو اس تعریف کے لحاظ سے دیکھا جائے تو فقط جانداروں کی ہی تربیت کی جا سکتی ہے۔ غیر جانداروں کے بارے میں تربیت کی اصطلاح استعمال نہیں ہوئی ہے۔ کیونکہ غیر جاندار چیزوں کی حقیقی معنوں میں پرورش نہیں کی جا سکتی جیسا کہ پتھر وغیرہ، ممکن ہی نہیں ہے ان کی تربیت کرنا۔ لیکن ان کے مقابلے میں جاندار ہیں۔ ان کی تربیت حقیقی معنوں میں کی جا سکتی ہے۔ جیسے پودے حیوان اور انسان ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ تربیت فطرت و جبلت کے تابع ہونی چاہئے۔ اس بنا پر تربیت سے مراد اس کی استعداد کی پرورش کرنا ہے۔ اور یہ استعداد عقلی بھی ہو سکتی ہے اخلاقی بھی اور دینی بھی۔ (مرتضی مطہری، تعلیم و تربیت در اسلام، اصفہان، چ تیئیس ۱۳۷۳ش، ص ۲۳،)

ج) مفہوم قرآن

قرآن کا لغوی معنی

لفظ قرآن کے معنی کے بارے میں لغت نویسیاں کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔ اور یہ اختلاف دو طرح کا ہے۔

1۔ کچھ لغت شناس کہتے ہیں کہ لفظ قرآن اللہ کی کتاب کا نام ہے۔ اور یہ کسی اصل سے مشتق نہیں ہے۔ بلکہ اپنے آپ میں یہ لفظ مستقل ہے۔ یہ کسی بھی لفظ سے نکلا نہیں ہے۔ اور یہی رائے امام شافعی اور حافظ ابن کثیر کی ہے۔ (جلال الدین سیوطی، اتقان فی علوم القرآن، تہران، ج ۲، ص ۳۳۹)

قرآن کے اس معنی کے لئے ان کی یہ دلیل ہے کہ جس طرح تورات اور انجیل کا لفظ اللہ تعالی کی کتابوں کے بطور علم استعمال ہوا ہے۔ اس کے لئے کوئی اصل نہیں ہے۔ اس طرح قرآن بھی اللہ تعالی کی کتاب کے

لئے استعمال ہوا ہے۔اس کی بھی کوئی اصل نہیں ہے۔ (ایضاً، ج۲، ص۳۳۹-۳۴۰)

2۔اور کچھ لغت شناس کہتے ہیں کہ لفظ قرآن مشتق ہے۔جو لوگ لفظ قرآن کو مشتق مانتے ہیں ان میں بھی اختلاف ہے کہ اگر مشتق ہے۔تو کس اصل سے مشتق ہے؟اس بارے میں چار مختلف نظریات ہے:

1۔لفظ قرآن فعل قرا کا مصدر ہے جیسے رجحان فعل رجع کا مصدر ہے۔اور غفران فعل غفر کا مصدر ہے اسی طرح لفظ قرآن فعل قرء کا مصدر ہے اس نظریہ کے قائل لحیانی اور دیگر علماء کرام ہیں۔

ایک اور جماعت جو لفظ قرآن کو مشتق مانتی ہے ۔ جن میں اشعری ہے۔ان کا کہنا ہے کہ قرآن قرنت الشیٔ یا لشیٔ ء سے مشتق ہے جس کا معنی ہے دو چیزوں کا آپس میں ملانا۔

2۔فرانحوی کہتا ہے کہ قرآن قرائن سے مشتق ہے۔اور وہ اسکی وجہ یہ بتاتا ہے کہ قرآنی آیات بعض بعض کے مشابہ ہوتی ہیں۔پس اسی کو قرائن کہتے ہیں۔

3۔زجاج نحوی اور دیگر علماء لغت کا خیال ہے کہ قرآن فعلان کے وزن پر ہے۔اور یہ صفت کا صیغہ ہے جو القرء سے مشتق ہوا ہے۔"قرائت الماء فی الحوض؛ میں نے حوض سے پانی بھر دیا" اسبات کے ابوعبیدہ بصری، راغب اصفہانی بھی قائل ہیں۔اور اس کی وجہ بیاں کرتے ہیں کہ قرآن کی بعض سورتیں بعض سورتوں میں جمع ہے۔اور راغب اصفہانی قرآن کی تعریف میں مزید کہتے ہیں کہ قرآن کو اس لئے قرآن کہا جاتا ہے۔اس میں پچھلی نازل شدہ کتابوں کے فوائد جمع کئے ہوئے ہے۔

پس جلال الدین سیوطی ان تمام آراوں کو اپنی کتاب میں بیان کرنے کے بعد کہتے ہیں کہ قرآن علم ہے۔یہ مشتق نہیں ہے یہ لفظ قرآن صرف خدا کی کتاب کے لئے استعمال ہوا ہے۔یہ مہموز نہیں ہے۔ (ایضاً، ج۲، ص۳۳۹-۳۴۰)

مولانا میرزا کے نزدیک قرآن سے مراد وہ کلام ہے۔جو ذات احدیت کی طرف سے محمد ﷺ پر نازل ہوا ۔اور آج تک ہمارے درمیاں موجود ہے۔قرآن مجید کو فرقان کتاب، ذکر اور تنزیل بھی کہتے ہیں۔ (مولانا مرزا محمد جواد شہید، تجلیات حسین، لاہور، پاکستان، چ اوّل ۲۰۱۳ء، ص۵۱)

قرآن کا اصطلاحی معنیٰ

جس طرح قرآن کے لغوی معنی میں اختلاف پایا جاتا ہے۔اسی طرح اس کے اصطلاحی معنی میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے۔

ابو بکر باقلانی کا کہنا ہے کہ قرآن اسے کہتے ہیں جس کی تلاوت کی جاتی ہے اور وہ مصحف میں محفوظ اور لکھا ہوا ہے ''ھو متلو محفوظ مر سوم فی المصادف۔ (محمد بن طیب ابو بکر باقلانی، اعجاز القرآن، چ پنجم ۱۹۹۷م، ص۱۶، مصر)

شیخ بکری امین کہتے ہیں کہ اللہ کا وہ کلام جو محمد ﷺ پر جبرئیل علیہ السلام کے واسطے سے نازل کیا گیا ہے۔ جو مصاحف میں لکھا ہوا ہے اور سینوں محفوظ ہے موجود ہے اور ہم تک تواتر کے ساتھ نقل کیا گیا ہے۔ جس کی تلاوت عبادت ہے۔ سورہ فاتحہ سے شروع ہوتا ہے۔ اور سورہ الناس پر ختم ہوتا ہے''۔ (بکری شیخ امین، التعبیر الفنی فی القرآن، ص ۱۲، بیروت لبنان، مؤسسہ ثقافیہ دار العلم للملایین)

قرآن وہ کلام ہے جو جبریل علیہ السلام کے توسط سے مکتوب کتاب کی شکل میں تواتر کے ساتھ سورہ فاتحہ سے شروع ہو کر والناس پر ختم ہو جاتا ہے''

محمد ﷺ حسین لکھتے ہیں کہ اللہ کا وہ کلام جو کہ معجزہ ہے ۔ اور محمد ﷺ کی طرف وحی کیا گیا ہے۔ جس کی آیات محکم ہیں۔ عبادت اور تلاوت کرنے کے لئے ہر جگہ ہر زمانہ میں انسان کی زندگی کی تمام پہلو میں ان آیات کے مطابق عمل کرنے کے لئے اللہ نے ان آیتوں کی تفصیل بیاں کی ہے۔ (اکبر شمس مدنی، لفظ قرآن کا معنیٰ و مفہوم)

وہ اعجاز آمیز وحی اور کلام ہے جو خاتم مرسلین پر نازل ہوا جس کی آیات محکم ہیں اور اور حکیم و خبیر کی خدا کی جانب سے آیا ہے تا کہ اس کے تعلیمات اور مقتضیات پر تمام زمان و مکان میں زندگی کے مراحل میں عمل کیا جائے۔

نتیجہ

ان تمام تعریفوں کو اگر دقت سے دیکھا جائے تو معلوم ہو گا کہ قرآن خداوند عالم کا کلام ہے جو معجزہ ہے اور حضرت محمد ﷺ پر نازل ہوا ہے تا کہ وہ اس کے ذریعے تمام مخلوق کی ہدایت کریں۔ خدا کی نافرمانی سے روکیں اور خدا کی طرف دعوت دیں۔ اس کلام مبارک کی تلاوت کرنا عبادت ہے۔ یہ دنیا و آخرت کی بھلائیوں کو شامل ہے۔ اور قیامت تک یہ محفوظ رہے گی۔

دعا کی ضرورت، شرائط اور موانع

الف) دعا کی ضرورت قرآن و روایات کی نظر میں

اَمَّنْ یُجِیبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ وَیَكْشِفُ السُّوءَ (سورہ نمل ٦٢) مضطر و بے چین کی دعا قبول کرتا ہے اور اس کی مصیبت دور کرتا ہے۔

قرآن میں ف رماتا: کیا تمہارے قدر و قیمت معبود بہتر ہیں یا وہ جو عاجز و درماندہ اور مضطر انسان کی دعا قبول کرتا ہے اور اس کی مشکلات کو دور کرتا ہے۔جی ہاں! جب عالم اسباب کے تمام دروازے انسان پر بند ہو جاتے ہیں جب وہ مایوس اور پریشان اور درماندہ اور مضطر ہو جاتا ہے تو خدا ہی ان مشکلات کو حل کرتا ہے۔مایوسیوں کو دور کرتا ہے امید کی کرن دلوں مین روشن کرتا ہے اور عاجز ودرماندہ لوگوں پر اپنی رحمت کے دروازے کے کھول دیتا ہے۔ یہ صرف اور صرف اس کی پاک ذات ہوسکتی ہے اور کوئی نہیں چونکہ یہ حقیقت ایک فطری احساس کے طور پر تمام انسانوں کے اندر پائی جاتی ہے تو بٹ پرست بھی جب تمام بناوٹی خداوں کو فراموش کر کے حقیقی معبود اللہ کی رحمت کا سہارا کرتے ہیں ۔ (فیاض حسین نقوی، انتخاب تفسیر نمونہ، ج۳، ص۶٦۷)

جیسا کہ قرآن فرماتا ہے: ”جب وہ کشتی پر سوار ہوتے ہیں تو خدا ہی کو پکارتے اور عبادت وپرستش بھی اسی کے لیے مخصوص سمجھتے ہیں“۔ (سورہ عنکبوت ۶۵)

ہمارے بعض علماء نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ: راوی کہتا ہے کہ میں نے آپ علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا اللہ کی کتاب میں دو ایسی آیات ہیں جن کی تاویل میں نہیں جانتا؟ آپ نے فرمایا وہ کونسی دو آیات ہیں؟ میں نے عرض کیا:

اُدْعُونِی اَسْتَجِبْ لَكُمْ (سورہ مومن ٦٠) ”مجھ سے دعا کرو میں قبول کرونگا“ میں دعا کرتا ہوں لیکن مستجاب نہیں ہوتی۔آپ علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا: تم نے اللہ پر بہتان باندھا، کیا اللہ نے جو وعدہ کیا وہ اس کی مخالفت کرے گا۔

میں نے عرض کیا: نہیں ۔آپ علیہ السلام نے فرمایا: پھر کیا مطلب؟ میں نے عرض کیا: میں نہیں جانتا ہوں۔

آپ نے فرمایا دوسری آیت کونسی ہے؟

میں نے عرض کیا اللہ کا یہ قول: وما انفقتم مِن شَيْئٍ فَهُوَ يُخْلِفُهُ (سورہ سبا ۳۹) ”میں انفاق کرتا ہوں لیکن اس کا کوئی نتیجہ نہیں دیکھتا ہوں“آپ علیہ السلام نے فرمایا: کیا ہونا چاہیے؟ میں نہیں جانتا۔

آپ نے فرمایا: لیکن میں تم کو باخبر کرونگا انشاء اللہ، آگاہ ہو جاو جو کچھ خداند عالم نے تم کو حکم دیا ہے اگر تم اطاعت کرو گے اور اس کے بعد وہ تمہاری دعا مستجاب کرے گا لیکن اگر تم اس کے حکم کی مخالفت کرو گے اور اس کی معصیت (نافرمانی) کرو گے تو وہ تمہارا کوئی جواب نہیں دے گا.

لیکن رہی بات تمہاری یہ کہ تم انفاق کرتے ہو اور اس کا کوئی نتیجہ تمہارے سامنے نہیں آتا تو آگاہ ہو جاو کہ تم نے مال اس کے حلال طریقہ سے کسب کیا پھر اس کو اسی کے حق میں خرچ کر دیا ہے تو کسی بندے نے کوئی درہم خرچ نہیں کیا مگر یہ کہ اللہ نے اس کو اس کا بدلہ عطا کیا اگر تم اس کو دعا کے ذریعے پکارو گے تو وہ تمہاری دعا ضرور مستجاب کرے گا اگرچہ تم نے گناہ ہی کیوں نہ کیا ہو۔

میں نے عرض کیا: جہت دعا سے کیا مراد ہے؟ آپ نے فرمایا: جب تم نے فریضہ ادا کیا تو تم نے اللہ کی تمجید و تعریف و تعظیم کی جتنی تم میں قدرت تھی تم نے اس کی مدح کی اور جتنا ممکن ہو نبی پر صلوات بھیجتے رہو، ان کی تبلیغ رسالت کی گواہی دو، اپنے اوپر نازل ہونے والی مصیبتوں اور ملنے والی نعمتوں کی بنا پر نبی پر درود بھیجو، اپنے پاس اس نعمتوں کا تذکرہ کیا، اور جتنا تم سے ہو سکا تم نے اس پر اللہ کی حمد ثناء کی اور اس کا شکر ادا کیا، پھر ایک ایک کر کے اپنے تمام گناہوں کا اعتراف و اقرار کیا، یا ان میں سے جو گناہ تمہارے یاد آگئے اس کا اقرار کیا، اور جو مخفی رہ گئے ان کا مجمل طور پر اقرار کیا، پس تم نے تمام گناہوں کی اللہ سے توبہ کی اور یہ نیت کی کہ اسکے بعد پھر گناہ نہیں کرونگا، اور میں اللہ سے ندامت، صدق نیت اور خوف رجاء سے استغفار کرتا ہوں اور اس طرح کہو: "پروردگار میں اپنے گناہوں کی تجھ سے معذرت چاھتا ہوں، تجھ سے استغفار کرتا ہوں اور توبہ کرتا ہوں، اپنی اطاعت پر اور جنت تک پہنچ جاوں"

وَ قالَ رَبُّكُمُ ادْعُونی‏ أَسْتَجِبْ لَكُمْ إِنَّ الَّذينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبادَتی‏ سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ داخِرينَ (سورہ غافر۔آیۃ ۶۰، محسن علی نجفی، الکوثر فی تفسیر القرآن، ج۷، ص ۴۹۲)

ترجمہ: اور تمہارا پروردگار فرماتا: پکارو میں تمہاری دعائیں قبول کروں گا، جو لوگ از راہ تکبر میری عبادت سے منہ موڑتے ہیں۔یقینا وہ ذلیل ہو کر عنقریب جہنم میں داخل ہوں گے۔

اُدعُونِی اَستجب لکم: اس آیت مبارکہ میں ایک حکم، ایک وعدہ ہے: ادعونی مجھ سے مانگو ایک حکم ہے۔ استجب لکم میں تمہاری دعائیں قبول کروں گا، ایک وعدہ ہے۔ یہ بات اپنی جگہ مسلم اور یقینی ہے کہ اللہ تعالی وعدہ خلافی نہیں کرتا:

حضرت علی علیہ السلام سے منقول ہے: "اللہ ایسے نہیں کر سکتا کہ دعا کا دروازہ کھولے اور قبول کا دروازہ بند کر دے"

ادعونی: مجھ سے مانگو۔ اس حکم کی تعمیل قابل توجہ، اہمیت کی حامل اور تقدیر بر ساز۔ انسان سے دعا صادر ہو جائے اللہ تعالی کی پکارلے، اپنے معبود سے مانگنے کا عمل وجود میں آ جائے۔

ان آیات میں پروردگار اپنے لطف و کرم کے ساتھ توبہ کرنے والوں کے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول رہا ہے۔ پہلے فرمایا گیا ہے: تمہارے پروردگار نے کہا ہے کہ مجھے پکارو تا کہ میں [تمہاری دعا کو] قبول کرو ۔

بہت سے مفسرین نے یہاں پر دعا اور پکارنے کی اسی اپنے مشہور معنی تفسیر کی ہے اسی طرح "استجب لکم '' کی۔ جبکہ بعض دوسرے مفسرین نے مشہور مفسر قرآن عبداللہ بن عباس کی پیروی کرتے ہوئے اس احتمال کا اظہار کیا ہے کہ یہاں پر "دعا '' کا معنی توحید اور پروردگار کی عبادت ہے یعنی "میری عبادت کرو اور میری وحدانیت کا اقرار کرو''

آیت سے چند نکات کا استفادہ کیا جا سکتا ہے

ا۔ دعا کرنا خدا کی پسندیدہ بات ہے اور خود اس کی منشاء ہے۔

۲۔ دعا کے بعد قبولیت کا وعدہ کیا گیا اور ہم جانتے ہیں کہ ایک مشروط وعدہ ہے نہ کہ مطلق۔ وہی دعا قابل قبول ہو گی جس میں ''دعا '' کی، دعا کرنے والوں کی اور دعا میں طلب کئے جانے والی چیزوں '' کی شرط جمع ہوں۔

۳۔ دعا بذات خود ایک قسم کی عبادت ہے کیونکہ آیت میں اس کے لیے یہ لفظ آیا ہے۔

اسی آیت میں ان لوگوں کو سخت متنبہ کیا گیا ہے جو دعا نہیں کرتے فرمایا ہے: جو لوگ میری عبادت سے سر پیچی کرتے ہیں وہ بہت جلد ذلت و خواری کے ساتھ جہنم میں داخل ہوں گے۔ (ناصر مکارم شیرازی، مترجم: سید صدر حسین نجفی، تفسیر نمونہ، ج۱۱، ص۲۸۶)

زرارہ کہتے ہیں کہ حضرت امام باقر علیہ السلام نے اللہ تعالی کے اس قول ان الذین یستکبرون عبادتی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ یعنی ''جو لوگ میری عبادت سے اکڑتے ہیں وہ عنقریب ہی ذلیل و خوار ہو کر جہنم واصل ہوں گے [مومن ۶۰] کے بارے میں فرمایا: عبادت سے مراد دعا ہے اور افضل عبادت ہے'' (آیت

اللہ محمد ری شہری، مترجم: محمد علی فاضل، میزان الحکمت، ج ۳، ص ۴۴۵، مصباح القرآن ٹرسٹ)

واذا سئلک عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوۃ الداع اذا دعانِ.......... خدا کے ساتھ بندوں کے ارتباط کا ایک وسیلہ دعا ہے۔ لہٰذا اس آیت کا روئے سخن پیغمبر ﷺ کی طرف ہے۔ فرمایا: جس وقت میرے بندے تم سے سوال کریں تو کہہ دو کہ میں نزدیک ہو۔ اس سے زیادہ قریب کہ جس کا تم تصور کر سکتے ہو، تم سے تمہاری نسبت بھی زیادہ قریبجیسے کہ دوسری جگہ اس طرح ہے۔ ونحن اقرب (سورہ قلم، آیۃ ۱۶)

اس کے بعد مزید فرماتا: جب دعا کرنے والا مجھ پکارتا ہے تو میں اس کا جواب دیتا ہوں۔ اس لئے میرے دعوت قبول کریں اور مجھ پر ایمان لے آئیں ہو سکتا ہے وہ اپنی راہ پالیں اور مقصد تک جا پہنچیں۔

یہ امر قابل توجہ ہے کہ خدا نے اس مختصر سی آیت میں سات مرتبہ اپنی ذات پاک کی طرف اور سات ہی مرتبہ بندوں کی طرف اشارہ کیا ہے اس طرح اللہ نے بندوں سے اپنی انتہائی وابستگی، قربت، ارتباط اور ان سے اپنی محبت کی عکاسی کی ہے۔ (فیاض حسین نقوی، انتخاب تفسیر نمونہ، ج ۱، ص ۱۶۲)

دعا بہترین عبادت

دعا عبات کی روح ہے، انسان کی خلقت کی غرض وغایت عبادت ہے، اور خداوند عالم سے شدید رابطہ ایجاد کرنے کا بہترین وسیلہ دعا ہے۔

پیغمبر اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: "دعا عبادت کی جان ہے دعا کے ہوتے ہوئے کوئی بھی انسان ہلاک نہیں ہو سکتا۔" (ڈاکٹر محمد عندلیب، ج ۲، ص ۳۰۱،)

کرنا ہے، اور یہ رابط دعا کے ذریعے ہی محقق ہوتا ہے اور اس کے وسائل وسیع اور قوی ہوتے ہیں

دعا عبادت کی روح ہے اور دعا کرنے سے کوئی بھی ہلاک نہیں ہوتا۔

اللہ کی طرف حرکت کرنا اور اللہ کی بارگاہ میں اپنے کو پیش کرنے کا نام دعا ہے تو دعا خداوند عالم کی بارگاہ میں پیش کرنے کا نام دعا ہے تو دعا خداوند عالم کے نزدیک سب سے اکرم چیز ہے۔

حضرت رسول ﷺ فرماتے ہیں: خداوند کے نزدیک سب سے اکرم چیز دعا ہے۔ حنان بن سدیر اپنے پدر بزرگوار سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے حضرت باقر علیہ السلام کی خدمت اقدس میں عرض کیا:

''کونسی عبادت سب سے اہم چیز یہ ہے کہ اس سے سوال کیا جائے اور خداوند عالم کے نزدیک سب سے مبغوض شخص وہ ہے جو عبادت کرنے پر غرور کرتا ہے اور خدا عالم سے کچھ طلب نہیں کرتا۔ (مولفین: آیت

اللہ مہدی آصفی، آقائی حسین انصاریان، مترجم: القائم گروپ، دعا اور توبہ، ص۲۱ _ ۲۲)

دعا یعنی بندے بندے کا اپنے کو اللہ کے سامنے پیش کرنا اور یہی پیش کرنا ہی روح عبادت ہے اور عبادت انسان کی غرض خلقت ہے۔

قرآن کریم نے صاف بیان کیا ہے کہ انسان کی پیدائش کا مقصد عبادت ہے

خداوند کا ارشاد ہے: ''وما خلقت الجن (سورہ ذاریات، آیۃ۵۶) ''اور میں نے جن وانس کو نہیں پیدا کیا مگر اپنی عبادت کے لئے۔ عبادت کی قدر قیمت یہ ہے کہ یہ انسان اسکے رب سے مربوط ہے۔

عبادت میں اللہ سے قصد قربت اس کے محقق ہونے کے لئے اصلی اور جوہری امر ہے۔ عبادت اصل میں اللہ کی طرف حرکت ہے، اپنے کو اللہ کی بارگاہ میں پیش کرنا ہے۔

انسان کا اللہ کی طرف متوجہ ہونا اللہ سے براہ راست مستحکم رابطہ ہے۔ اور عبادت میں دعا کے علاوہ کوئی عبادت ایسی نہیں ہے جو اس سے زیادہ انسان کو اللہ سے قریب کر سکتی ہو سیف تمار سے مروی ہے: میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کو یہ فرماتے سنا ہے

''تم دعا کیا کرو خدا سے قریب کرنے میں اس سے بہتر کوئی چیز نہیں ہے''

جب بھی انسان کی حاجت اللہ کی طرف عظیم ہوگی اور وہ اللہ کا زیادہ محتاج ہوگا اور اس کی طرف وہ زیادہ مضطر ہوگا تو وہ اتنا ہی دعا کے ذریعے اللہ کی طرف متوجہ ہوگا۔

بیشک ضرورت اور اضطرار کے وقت انسان اللہ کی پناہ مانگتا ہے جتنی زیادہ ضرورت ہوگی اتنا اللہ کی طرف متوجہ ہوگا۔

اللہ کے سامنے سر جھکا دینے کا نام حقیقت دعا ہے جو اللہ سے دعا کرتا ہے اور اس کے سامنے گڑگڑاتا ہے تو اللہ بھی اس کی دعا قبول کرتا ہے۔ (مولفین: آیت اللہ مہدی آصفی، آقائی حسین انصاریان، مترجم: القائم گروپ، دعا اور توبہ، ص۱۷ _ ۱۹)

دعا ایک طرح کی عبادت، خضوع اور بندگی ہے۔ انسان دعا کے ذریعے ذات الٰہی کے ساتھ ایک نئی وابستگی پیدا کر لیتا ہے اور جیسے تمام عبادات تربیتی اثر رکھتی دعا بھی ایسے اثر کی حامل ہوتی ہے۔ چاھے قبولیت تک پہنچے یا نہ پہنچے۔

جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ دعا امور الٰہی میں مداخلت ہے اور جو کچھ مصلحت کے مطابق ہو خدا دیتا ہے وہ اس

طرف متوجہ نہیں کہ عطیات خداوندی استعداد اور لیاقت زیادہ ہو گی انسان کو عطیات بھی اسی قدر نصیب ہوں گے امام صادق فرماتے:

''جب ہم دعا کرتے ہیں تو ہم اپنے آپ کو ایک ایسی لامتناہی قوت سے متصل و مربوط کر لیتے ہیں جس نے ساری کائنات کی اشیاء کو ایک دوسرے سے پیوستہ کر رکھا ہے'' (فیاض حسین نقوی، انتخاب تفسیر نمونہ، ج۱، ص ۱۶۳)

پیغمبر اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: ''دعا عبادت کی جان ہے دعا کے ہوتے ہوئے کوئی بھی انسان ہلاک نہیں ہو سکتا''۔ (مولفین: مدرسین حوزہ علمیہ قم المقدس، آداب اسلامی، ص۴۹۰) رسول خدا ﷺ فرماتے: ''اے موسی تمام ضرورتوں کو حتی جانوروں کا چارا اور کھانے کا نمک بھی مجھ ہی سے مانگو۔" (اکبر دھقان، مترجم: محمد وزیر حسن، درہائے آب دار، ص۳۹۹)

دعا صدای پروردگار

ایک عابد شخص تھا۔ ہمیشہ اپنے خدا سے راز و نیاز کیا کرتا اور اللہ اللہ کرتا رہتا تھا۔ ایک دن شیطان اس کے سامنے ظاہر ہوا، اسے وسوسہ کرتے ہوئے کہا: اے شخص یہ جو تم نے اس قدر اللہ اللہ کیا ہے، کتنی سحریں تم اپنی میٹھی نیند ترک کر کے بلند ہوئے اور اس قدر دلسوزی کے ساتھ اللہ اللہ کرتے رہے۔ کیا کبھی ایک مرتبہ بھی تمہیں لبیک کہا گیا؟ تم اگر کسی دروازہ پر جا کر اس قدر سوز و درد کرتے تو کم سے کم ایک مرتبہ تو تمہیں جواب دے دیتے۔ اس مرد نے سوچا کہ ظاہراً تو یہ بات منطقی ہے۔ لہٰذا شیطان کا وسوسہ اس پر اثر کر گیا۔ اس کے بعد اسکے لب سل گئے اور اس نے اللہ اللہ کہنا بند کر دیا۔

عالم خواب میں ایک ہاتف نے اس سے کہا: تم نے اپنی مناجات کو کیوں ترک کر دیا؟ جواب دیا: میں دیکھ رہا ہوں کہ میں نے جس قدر بھی مناجات کی ہیں اور جس قدر سوز و درد کیا، ایک مرتبہ بھی میرے جواب میں لبیک کہا گیا۔

ہاتف نے کہا: لیکن میں خدا کی طرف سے مامور ہوں کہ تمہیں جواب دوں۔

کہا کہ: تمہارا ''اللہ'' کہنا ہی ہماری طرف سے لبیک کی نشانی ہے۔

تمہارا سوز و درد، اور عشق و شوق جو تمہارے دل میں پیدا ہوا ہے درحقیقت یہ خود ہماری طرف سے لبیک ہے۔

امام علی علیہ السلام نے دعائے کمیل میں عرض کیا کہ: خدایا وہ گناہ جو سبب بنتے ہیں کہ میرا دعا کرنا رک جاتا ہے ۔ وہ گناہ جو سبب بنتے ہیں کہ دعا اور مناجات کرنے کا درد مجھ سے چھن جاتا ہے ۔ خدایا میرے ان گناہوں کو بخش دے۔

اسی لیے کہا جاتا ہے کہ انسان کے لیے دعا کرنا مطلوب بھی ہے اور وسیلہ بھی یعنی استجابت کے لیے نہیں ہے، دعا اگر مستجاب نہ ہو تب بھی مستجاب ہے، پس دعا خود مطلوب ہے ۔ (آیت اللہ شہید مرتضیٰ مطہری، مترجم: سجاد حسین قائمہ، سبق آموز واقعات، ص۲۳۶ _ ۲۳۷)

امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: وہ بندہ جو خدا کا دوست ہے، وہ اپنی مشکلوں کو خدا کی بارگاہ میں بیاں کرتا ہے اور دعا کرتا ہے تو خداوند عالم اپنے اس فرشتے سے جسے اجابت دعا کے لئے موکل کیا ہے کہتا ہے: میرے اس بندہ کی حاجت کو پورا کردے مگر اس کے ادا کرنے میں جلدی نہ کرنا ۔ کیونکہ میں اپنے اس بندہ کی آواز کو اور زیادہ سننا چاھتا ہوں اور وہ بندہ جو دشمن خدا ہوتا ہے، جب اس کے سامنے کوئی مشکل اور حادثہ پیش آتا ہے اور وہ درگاہ خداوندی میں دعا کرتا ہے تو موکل فرشتہ کو حکم دیتا ہے: اسکی حاجت کو پورا کرو اور فوراً عطا کردو کیونکہ میں اس کی آواز بلکل نہیں سننا چاھتا ہوں

امام علیہ السلام ایک اور جگہ میں فرماتی ہیں:

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ جب کوئی مومن بندہ اللہ تبارک و تعالی سے کوئی حاجت طلب کرتا ہے، لیکن خدا اپنے فرشتوں کو حکم دیتا ہے: تونے مجھے پکارا اور دعا کی اور تیری دعا کے قبول کرنے میں دیر کی، لہٰذا اب تیرے لئے اس کی جزا ہے ۔ اس دونوں روایت سے یہ واضع ہوتا ہے کہ مومن کی دعا فوراً قبول ہو جاتی ہے مگر اس تک کچھ دیر سے پہنچتی ہے کیونکہ خداوند عالم اس کی آواز کو دوست رکھتا ہے تاکہ حبیب و محبوب میں دیر تک گفتگو ہوتی رہے مگر جن کو خدا دوست نہیں رکھتا ہے ان کی دعا فوراً قبول کرلیتا ہے اور فوراً عطا کردیتا ہے کیونکہ پروردگار عالم اس سے ہمکلام ہونا پسند نہیں کرتا ہے۔

امام علی بن ابی طالب علیہ السلام ''نہج البلاغہ'' میں اپنے فرزند امام حسن علیہ السلام کے نام لکھے گئے ایک خط میں تاخیر سے دعا قبول ہونے کی وجہ اس طرح بیاں کرتے ہیں:

''جن چیزوں کو طلب کرنا تمہارے لئے صحیح ہے ان کے خزانوں کی کنجیاں تمہارے ہاتھوں میں دے رکھی ہے، تم جب بھی چاہو ان کنجیوں سے رحمت کے دروازے کھول سکتے ہو اور رحمت کی بارش برسا سکتے ہو، یاد

رکھو اگر تمہاری دعا کے قبول ہونے میں تاخیر ہو جائے تو مایوس و ناامید نہ ہونا کیونکہ عطیہ ہمیشہ بقدر نیت ہوا کرتا ہے اور کبھی کبھی قبولیت میں اس لئے تاخیر کر دی جاتی ہے کہ اس سائل کے اجر میں اضافہ اور امیدوار کے عطیہ میں زیادتی کا امکان پایا جاتا ہے، ہو سکتا ہے تم کسی شے کا سوال کرو اور وہ نہ ملے لیکن اس کے بعد جلدی یا دیر سے بہتر مل جائے یا اسے تمہاری بھلائی کے لئے روک دیا گیا ہو، اس لئے اکثر ایسا بھی ہوتا ہے کہ جس چیز کو تم نے طلب کیا ہے اگر مل جائے تو دین کی تباہی کا خطرہ ہے، لہٰذا اسی چیز کا سوال کرا جس میں تمہارا حسن باقی رہے اور تم اس وبال سے محفوظ رہو، مال نہ باقی رہنے والا ہے اور نہ تم اس کے لئے باقی رہنے والے ہو۔"
(رجب علی حیدری مظفر نگری، اسرار نماز، ص۳۳۵ _ ۳۳۷)

رسول خداﷺ فرماتے ہیں: ''دعا مومن کا اسلحہ، دین کا ستون اور زمین وآسمان کا نور ہے۔ (: اکبر دھقان، مترجم: محمد وزیر حسن، درہائے آب دار، ص۳۹۹)

ب) آداب دعا

دعا کے بھی کچھ آداب وشرائط ہیں۔ لہٰذا دعا کرنے والے کو ان کا خیال رکھنا چاہئے۔

۱. معرفت پروردگار

دعا کرنے والے کے دل میں معرفت پروردگار ہونا چاہیے یعنی اسے یہ معلوم ہو کہ خدا ہر شے پر قادر ہے اور اسی کی ذات تمام اشیاء کا سرچشمہ ہے۔

پیغمبر اکرمﷺ فرماتے: اللہ تعالی کا ارشاد ہے کہ جو یہ علم و یقین رکھتے ہوئے مجھ سے سوال کرے کہ میں ہی نفع نقصاں پہنچاتا ہوں میں اس کی دعا کو قبول کرلیتا ہوں۔

۲. امید ورجاء

وادعوہ خوفاً وطمعاً ان رحمت اللہ قریبٌ من المحسنین

یہاں پر طمع سے مراد یہ ہے کہ انسان ذات پروردگار سے امید رکھے اور اسے اطمینان ہو کہ پروردگار سمیع و مجیب ہے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں: ''جب دعا کرو تو قبولیت کا یقین رکھو''

۳. غیر اللہ سے قطع امید

جو شخص پروردگار کی بارگاہ میں دعا کرتا ہے اسے دوسرے تمام اسباب سے امید منقطع کرلینا چاہئے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے: اگر تم یہ چاہتے ہو کہ پروردگار تمہاری ہر دعا پوری کرلے تو تم تمام لوگوں سے مایوس ہو کر صرف اللہ کی ذات کو مرکز امید قرار دو جب تمہاری اس قلبی کیفیت کو خدا جان لے گا تو پھر تم جو بھی طلب کرو گے اللہ پورا کر دے گا۔

۴. حضور قلب

دعا کے لازمی اور ضروری آداب میں حضور قلب بھی ہے یعنی زبان پر جاری ہونے سے پہلے دل میں بھی وہی دعا ہو اور دل کی گہرائیوں سے نکل کر زبان تک آئے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: بد دلی سے کی جانے والی دعا کو خداوند عالم قبول نہیں کرتا ہے اگر دعا مانگنا ہے تو دل سے خدا کی جانب متوجہ ہو اور یہ یقین بھی رکھو کہ وہ قبول کرے گا۔

۵. تضرع اور رقت قلب

رقت قلب اور تضرع کی حالت سے ہی یہ احساس ہوتا ہے واقعاً محتاج اور ضرورت مند ہے لہٰذا جب یہ کیفیت پیدا ہو تو دعا مانگنا چاہئے۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: ''جب کسی پر رقت قلب طاری ہو تو دعا مانگے اس لئے کہ اس موقع پر دل میں خلوص پایا جاتا ہے۔''

۶. بسم اللہ سے ابتدا کرنا

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: ''ایسی دعا رد نہیں کی جاتی جس کا آغاز بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے ہو۔''

۷. حمد ثنائے الٰہی

دعا سے پہلے حمد و ثنائے الٰہی، خدا کی عظمت وجلالت اور دیگر صفات خدا کا تذکرہ کرنا۔

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے: ''جس دعا سے پہلے حمد الٰہی نہ ہو وہ ابتر [مقطوع اور ادھوری] ہے''

۸. نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وآل نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود سلام

حمد و ثنائے الٰہی اور ذکر خدا کے بعد پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کی آل پاک پر درود و سلام بھیجنا چاہئے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام اکا ارشاد ہے: ''جب تک نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آل نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صلوات نہ بھیجی جائے دعا آسمان تک نہیں پہنچتی''

۹. نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وآل نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے توسل

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اہل بیت اطہار علیہم السلام رحمت وفیضیاب الٰہی کا وسیلہ ہیں اور انہیں خدا کی بارگاہ میں شفاعت

حاصل ہے۔ اپنی دعائیں قبول کرانے کے لئے ان سے توسل کرنا چاہئے انہیں وسیلہ بنانا چاہئے اور خدا کو ان کی عظمت وجلالت اور ان کے حق کا واسطہ دی کر انہیں اپنا شفیع بنانا چاہیے۔

۱۰. اعتراف گناہ

دعا مانگنے سے پہلے انسان کو اپنی عاجزی، ناتوانی، گناہوں اور غلطیوں کا اعتراف کرنا چاہئے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: ''خدا کی قسم اقرار کے بغیر گناہوں سے پاک نہیں ہو سکتا''

۱۱. پاک اور حلال غذا

حدیث قدسی: ''دعا کرنا تیرا کام ہے قبول کرنا میری ذمہ داری لقمہ حرام کھانے والے کے علاوہ میں کسی کی دعا رد نہیں کرتا''

۱۲. دعا پر اصرار

دعا پر اصرار کرتے رہنا چاہئے اور دعا مانگنے سے تھکنا نہیں چاہئے اور جتنا ممکن ہو گڑ گڑانا چاہئے گڑگڑانے کا مطلب یہ انسان خدا کو ہی اول و آخر سمجھتا ہے اور یہ محسوس کرتا ہے صرف پروردگار ہی میری حاجتیں پوری کرے گا اور وہی میری مشکلات بر طرف کر سکتا ہے۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: ''خداوند عالم میں گڑگڑانے والوں سے محبت کرتا ہے''

۱۳. اجتماعی شکل میں دعا

جب دعا مانگنا ہو اور اپنی حاجتوں کو اظہار مقصود ہو تو اپنے گھر والوں یا دوستوں کو جمع کر کے بارگاہ الٰہی میں دعا کرنا چاہئے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے: ''میرے پدر بزرگوار جب محزون ہوتے تھے عورتوں اور بچوں کو اکٹھا ہونے کا حکم دیتے تھے اور پھر دعا فرماتے اور سب لوگ آمین کہتے تھے۔''

۱۴. دعا کے ساتھ عمل

دعا کرنے والے پر فرض ہے کہ میدان عمل میں بھرپور کوشش اور جدوجہد کرے اور پھر توکل کرے۔

امام علی علیہ السلام فرماتے: ''عمل کے بغیر پکارنے والا کمان کے بغیر تیر چلانے والے کے مانند ہے'' اور ساتھ ساتھ بارگاہ الٰہی میں حاجات پیش کرنے کے لئے اہل بیت عصمت و طہارت سے منقول دعاوکا سہارا لینا۔

(مدرسین حوزہ علمیہ قم المقدس، آداب اسلامی، ص۴۹۸ _ ۵۰۳)

ج) قبولیت دعا کے شرائط

دعا کرنے کی شرائط جن کا وجود ضروری ہے:

ا۔ مکمل طور پر اللہ کی ذات سے دعا کی جائے

یعنی وہ اپنے سارے وجود کو ضرورت والتماس کی صورت بنالے کیونکہ جب تک دعا حقیقی نہیں بن سکتی ہے۔اور اسی طرح جب اس کے اعضاء وجوارح اللہ نہ مانگ رہے ہوں یا التماس نہ کر رہے ہوں تو وہ حقیقی دعا نہیں ہوسکتی۔ارشاد رب العزت ہوتا ہے کہ: ''کون ہے وہ ذات جس سے جب کوئی پریشان حال دعا کرتا ہے تو وہ اس کی دعا سنتا ہے اور مشکل آسان کرتا ہے'' (سورہ نمل، آیۃ ۶۲)

۲۔ پختہ یقین کے ساتھ دعا کرے

وہ اس پختہ یقین کے ساتھ دعا کرے کہ اللہ کی رحمت کا وسیع درازہ کبھی بند نہیں ہوتا ہے جیسا کہ حدیث میں ہے کہ:

''جب دعا کرو تو خیال کرو کہ تمھاری دعا حاجت پوری ہونے کے لئے دروازے پر کھڑی ہے''

اور جیسا کہ امام زین العابدین علیہ السلام کی دعا میں درج ذیل الفاظ وارد ہوئے ہیں کہ "اے میرے اللہ! میں نے حصول مقصد کے راستوں کو تیری جانب کشادہ پایا، مجھے امیدوں کی آنکھیں تیری بارگاہ میں آنسو بھاتے ہوئے نظر آئیں، میں نے دیکھا کہ جو لوگ تجھ سے امید باندھتے ہیں ان کے لئے تیرے فضل وکرم سے بھرپور مدد مباح ہے اور فریاد کرنے والوں کے لئے تیری بارگاہ میں دعا کے دروازے کھلے ہوئے ہیں اور میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ تو ہمیشہ امیدیں باندھنے والوں کی حاجت برآوری کے لئے تیار رہتا ہے اور تو تو خود ہی پریشان حال لوگوں کی جانب متوجہ اور ان کا انتہا سے زیادہ خیال رکھنے والا ہے۔" (دعا ابو حمزہ ثمالی)

۳۔ سنت تکوینیہ اور شرع کے خلاف نہ ہو

یہ اس کی دعا سنت تکوینیہ اور شرع کے خلاف نہ ہو کیونکہ دعا میں ایسے اہداف کو حاصل کرنے میں مدد طلب کی جاتی ہے جنہیں کائنات کے طور طریقے اور شریعت الٰہیہ نے صحیح قرار دیا ہے۔ چناچہ اگر انسان ہمیشہ اس دنیا میں باقی رہنے کی دعا کرے تو اس کی دعا ہرگز قبول نہیں کی جائے گی کیونکہ اس کا یوں دعا کرنا حقیقی دعا کا مصداق نہیں ہے ۔

۴۔ دعا کرنے والے کے اعمال، شریعت کے مخالف نہ ہو

یہ کہ دعا کرنے والے کے اعمال، شریعت کے مخالف نہ ہوں۔ چنانچہ اس کی ذمہ داری ہے کہ اس کا دل صاف اور پاکیزہ ہو۔ یعنی دعا کرتے ہوئے اس کے قول و فعل میں ہم آہنگی پاءی جاے۔ کیونکہ امام جعفر صادق کی حدیث میں یہ مروی ہے کہ: ''جسے یہ پسند ہو کہ اس کی دعا قبول ہو جاے تو وہ روزی کماے نیز لوگوں پر ظلم وستم سے باز آجاے۔ کیونکہ اللہ کی بارگاہ میں اس بندے کی دعا نہیں پہونچتی جس کا [رزق] حرام ہو یا اس نے مخلوق پر ظلم وستم ڈھایا ہو۔''

اسی طرح یہ کہ وہ خود اس حالت میں پہنچنے کا سبب نہ ہو کہ جس سے چھٹکارا پانے کیلئے وہ اللہ سے دعا کرتا ہو وہ اس طرح کہ یہ حالت اس کے گناہوں اور خلاف ورزیوں کے منطقی اور فطری نتیجہ تک پہنچنے کے طور پر نہ ہو کیونکہ عوام الناس کا امر و نہی جیسی اپنی شرعی ذمہ داریوں کو پورا نہ کرنے کا منطقی نتیجہ یہی ہے کہ ان پر برے لوگ مسلط ہو گے۔ اب صرف باقی رہ جاتی ہے کہ جب عوام خود اس مشکل کے اسباب کو دور کریں اور وہ توبہ کر کے دوبارہ امر بالمعروف اور نہی المنکر کا فریضہ ادا کرنے لگے۔ تو اس وقت معاشرہ میں ان کی قدرتی حالت پلٹ آے گی، ارشاد رب العزت ہوتا: ''بیشک اللہ کسی قوم کے حالات کو اس وقت تک نہیں بدلتا جب تک وہ اپنے آپ کو تبدیل نہ کرلے'' (رعد آیۃ ۱۱،)

۵۔ دعا کے ساتھ اپنی ضرورت پوری کرنے کی کوشش بھی شروع کرے

وہ اللہ سے دعا کرے اور اس وقت اپنی ضرورت پوری کرنے کی کوشش بھی شروع کردے کیونکہ دعا اور عمل دونوں ایک دوسرے کو پورا کرنے والے ہیں۔

امیر المومنین علیہ السلام سے روایت ہے کہ ''بغیر عمل کے دعا کرنے والا اس تیر انداز کی مانند ہے جو بغیر کمان تیر چلاتا ہے''

چنانچہ ایسے وسائل سے استفادہ کرنا ضروری ہے جو اللہ نے انسان کیلئے مہیا فرمائے ہیں اور عطا فرمائے ہیں تاکہ انسان ان سے اپنی ضرورت پوری کر سکے۔ یہی وجہ ہے کہ انسان کو ان لوگوں میں شمار کیا گیا ہے جن کی دعا قبول نہیں ہوتی ہے کہ

''۔۔۔۔۔۔ایک شخص اپنے گھر میں بیٹھا یہ دعا کر رہا ہے، اے اللہ! مجھے رزق عطا فرما لیکن اسے جواب ملتا ہے، کیا میں نے تجھے کوشش کرنے کا حکم نہیں دیا؟!''

اور اسی طرح باقی ایسے امور بھی ہیں کہ انسان عمل اور غور و فکر سے یہ مشکل حل کر سکتا ہے لیکن وہ ایسا

کرنے میں کوتاہی کا مرتکب ہوتا ہے اور کبھی عمل نہیں کرتا جس کی وجہ سے اس کی دعا بھی قبول نہیں ہوتی کیونکہ دعا، عمل کے مقام نہیں ہے بلکہ یہ تو صرف عمل کی تکمیل اور پورا کرنے والی ہوتی ہے۔ (شہید مطہری سلسلہ معارف ۴، خواہشات ودعا، ص ۲۰۔۲۲،)

د) دعا کی قبولیت میں موانع چیزیں

بہت سے ایسے اسباب ہیں جو دعا کی قبولیت میں رکاوٹ بن سکتے ہیں:

۱۔ گناہ

ایک بندہ اپنی ایسی حاجت کا سوال کرتا ہے جسے عنقریب پورا ہونا ہوتا ہے یا تھوڑے سے وقت تک اسے مقام اجابت تک پہنچنا ہوتا ہے، پھر وہ کسی گناہ کا مرتکب ہو جاتا ہے تو خداوند تعالی فرشتوں کو حکم دیتا ہے کہ اس کی حاجت کو پورا نہ کرو اور اس کو اس سے محروم کردو، کیونکہ یہ میری ناراضی کا باعث ہوا ہے اور سے محرومیت کا سزاوار ہے۔

۲۔ ظلم

امام علی علیہ السلام فرماتے ہے: اللہ تبارک وتعالی نے حضرت عیسی بن مریم کی طرف وحی فرمائی: '' بنی اسرائیل کے سرداروں سے کہہ دو کہ میں ان میں کسی ایسے شخص کی دعا کو قبول نہیں کروں گا جس کے ذمہ اس سے پہلے کسی شخص پر ظلم ہوگا۔

امام جعفر صادق علیہ السلام: ''اللہ تعالی فرماتا ہے: ''مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم! میں اس مظلوم کی دعا کسی کے خلاف قبول نہیں کروگا، جس کے ذمہ میری کسی بھی مخلوق کا اس جیسا کوئی ظلم ہوگا''

۳۔ حکمت خداوندی کا منافی ہونا

حضرت امام علی علیہ السلام فرماتے ہیں: اللہ تعالی کا فضل وکرم اس کی حکمت کو توڑتا، اس لیے ہر دعا قبول نہیں ہوتی۔

بو علی سینا کہتے ہیں: دعا قبولیت کا سبب حکمت الٰہیہ کے دوسرے اسباب کے ساتھ ملا ہوا ہوتا ہے، وہ یہ کہ کسی شخص کی دعا کا سبب اس چیز کے ہم آہنگ ہو جس کے بارے میں وہ دعا مانگ رہا ہوتا ہے اور اس چیز کے وجود کا سبب ذات باری تعالی کی طرف سے ہوتا ہے۔ (آیۃ اللہ محمد ری شہری، مترجم محمد علی فاضل، میزان الحکمت، ج ۳، ص ۷۶۴۔۷۹۴)

وہ لوگ جن کی کبھی دعا مستجاب نہیں ہوتیں

کچھ لوگ اگر شرائط کے فراہم ہوتے ہوے بھی دعا کرے پھر بھی اللہ قبول نہیں فرماتا:

۱۔ لوگوں سے قطع تعلق کرنے والے کی دعا

حضرت امام علی علیہ السلام کہتے ہیں کہ میں نہ کہا خدایا مجھے کسی کا محتاج نہ بنانا، رسول خدا نے کہا: اے علی ایسا نہ کہو اس لئے کہ کوئی ایسا نہیں ہے کہ جو کسی کا محتاج نہ ہو میں نے کہا: پھر کیا کہوں؟ آپ نے فرمایا: کہو خدا مجھے برے لوگوں کا محتاج نہ بنانا''

۲۔ دنیا میں آزمایا نہ جانا

''حضرت علی علیہ السلام کہتے ہیں کہ میں نے کسی سے سنا کہ وہ کہ رہا تھا خدایا مجھے بلاوں سے پناہ دے حضرت علی علیہ السلام نے اس سے فرمایا:

میں دیکھ رہا ہوں کہ تو ماں و اولاد سے خدا سے پناہ مانگ رہا ہے اس لئے کہ خدا نے مال اور اولاد کو فتنہ اور امتحان کا ذریعہ قرار دیا ہے لیکن اگر کہنا ہی ہے تو یہ کہو خدایا میں آزمائش اور امتحان کے خطرات اور لغزشوں سے پناہ مانگتا ہوں''

۳۔ کسی انسان سے تمام لوگوں کا ناراض ہونا

''حضرت موسی نے کہا پروردگارا مجھکو لوگوں کی زبانوں سے محفوظ کر اس لئے لوگ میری مذمت اور برائی کرتے ہیں خدا نے فرماتا: اے موسی یہ ایسی چیز ہے جسے میں نے خود اپنے لئے نہیں کیا، کیا تم راضی ہو کہ تمہارے لے انجام دوں؟ موسی نے کہا: میں اسی پر راضی ہوں کیوں کہ تو میرے لے نمونہ ہے''

۴۔ لوگوں کی زبان سے بچنا

''علقمہ کہتے ہیں میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہا لوگ ہماری طرف غلط نسبتیں دیتے ہیں کہ جس سے میں تنگ آ چکا ہوں امام علیہ السلام نے فرمایا: اے علقمہ لوگ تم سے راضی نہیں ہوں گے، وہ اپنی زبان پر قابو نہیں کریں گے کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک معمولی انسان لوگوں کی غلط نسبتوں سے بچ جائے جب کہ انبیاء، لوگوں کی زبان سے نہ بچ سکے اور انھیں غلط نسبتیں دی اور یہ کہ وہ تو طالب دنیا ہیں ۔۔۔۔ اور کیا نبی اکرم پر شاعر اور مجنوں ہونے کا الزام نہیں لگایا''

۵۔ دعا کے شرائط کی رعایت نہ کرنا

''چار لوگوں کی دعا مستجاب نہیں ہوتی: ا۔ وہ شخص جو گھر بیٹھ کر خدا سے رزق طلب کرے تو خدا اس سے کہتا ہے کیا میں نے تجھ کمانے اور روزی حاصل کرنے کا حکم نہیں دیا؟ ۲۔ وہ مرد جس کی بیوی بری اور وہ اس کے لئے بد دعا کرے خدا کہتا ہے میں نے طلاق جیسے حکم کو تیرے اختیار میں نہیں دیا؟ ۳۔وہ شخص جس کے پاس دولت ہو اور وہ اسے ضائع اور برباد کرے اور خدا سے رزق مانگے تو خدا اس سے کہتا ہے کیا میں نے تجھ میانہ روی کا حکم نہیں دیا ۴۔ اور وہ شخص جو اپنا مال کسی کو بغیر شاہد اور گواہ کے قرض دے تو خدا کہے گا میں نے تجھ شاہد اور گواہ بنانے کا حکم نہیں دیا؟

دعا کے آوقات

ہر کام کیلئے کوئی نہ کوئی وقت اور حالات معین ہوتا ہے تو دعا کیلئے بہترین وقت اور حالات درج ذیل ہے:

ا۔ دعا کا وقت

جیسے روز عرفہ، رمضان المبارک، روز جمعہ، سحر کا وقت، شب قدر۔

۲۔ حالات کی مناسبت کا لحاظ رکھنا

مجاہدین اسلام جنگ میں دشمن کے مقابل، بارش کے وقت، اذان و اقامت کے درمیاں، نماز اور تلاوت قرآن کے بعد۔

۳۔ روبقبلہ ہاتھوں کو آسمان کی طرف اٹھا کر دعا کرنا۔آہستہ سے دعا کرنا۔ گریہ وزاری کے ساتھ دعا کرنا ۔ دعا میں اصرار کرنا۔ دعا کو کم نہ سمجھنا۔ دعا سے قبل دو رکعت نماز پڑھنا۔ لوگوں کے درمیاں اور ان کے ساتھ دعا کرنا۔ خدا سے دعا کرتے وقت ہمت اور حوصلہ کے ساتھ دعا کرنا۔گناہوں کا اعتراف کرنا۔ اس یقین سے دعا کرے کہ اس کی دعا قبول اور مستجاب ہوگی۔ تمام انسانوں سے امید قطع کردے۔ خضوع اور تواضع کے ساتھ دعا کرنا۔ (اکبر دہقان، مترجم محمد وزیر حسن، در پائے آبدار، ص۳۹۹۔ ۴۰۴)

جناب امیر المومنین علیہ السلام نے ارشاد: چار وقت دعا کے لیے مخصوص ہیں۔ا۔ قرآن کی تلاوت کے وقت ۲اذان کے وقت۔ ۳۔شدید بارش کے وقت کی ۴۔جب دو صفیں شدت کی جنگ یعنی گھمسان کی جنگ ہو رہی ہو جبکہ وہ جنگ اللہ کے لے لڑی جاے اور قتل ہونے والے شہید ہوں۔ (علامہ مجلسی، مترجم: عین الحیاۃ، روح الحیات۔ص ۴۸۴)

امام جعفر صادق علیہ السلام دعا چار وقتوں میں کرو: ہواوں کے چلتے وقت، سایوں کے ڈھلتے وقت، بارش کے

ہوتے وقت، اور جب کسی مومن مقتول کے خون کا پہلا قطرہ گرے کہ ان اوقات میں آسمان کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ (محمد ساجد حیدری احادیث معصومین، ص ۲۸۴)

انسانی فطرت پر دعا کا اثر

ہر انسان اور ہر نفس میں ایک ایسا راستہ ہے جو اسے اللہ کی طرف لے جاتا ہے، ارشاد رب العزت ہوتا ہے:
''اور تمہارے نفوس میں، کیا تم غور نہیں کرتے؟'' (ذاریات ۲۱)

یہ راستہ قلب انسانی پر اللہ کی ذات کو ظاہر کرتا ہے تاکہ وہ اس کی پناہ میں آجائے، اس سے دعا کرے اور اسی کی ذات پر بھروسہ کرے۔ انسانی فطرت کا یہ بنیادی مسئلہ ہے کہ وہ اس کے وجود میں قدرتی طور پر موجود ہے۔ یہ فطرت کبھی اس قلب پر گناہ اور معصیت کے پردے چڑھا دیتی ہے۔ جلد ہی یہ پردے ہٹ جاتے ہیں اور حرکت میں آجاتے ہے، نیز وہ نظروں کے سامنے ظاہر ہو جاتے ہیں۔ البتہ یہ اس وقت ہوتا ہے کہ جب انسان مصیبت میں گرفتار ہو جاتا ہے اور اس کے وہ ظاہری ظاہری اسباب ختم ہو جاتا ہیں کہ جن پر اسے بھروسہ ہوتا ہے کیونکہ انسان ایک ایسی قوت کی جانب متوجہ ہوتا ہے کہ جس کے بارے میں اسے یقین ہوتا ہے کہ وہ ظاہری علل اسباب کے قہر و غلبہ پر قادر ہے۔ چناچہ اس مشکل صورت حال میں وہ صرف صاحب قدرت ذات الٰہی کی پناہ لیتا ہے کہ اس کی قدرت پر یقین رکھتے ہوئے اسی سے دعا کرتا ہے یہاں تک کہ ہم بدترین شقی کو بھی مشکل کی گھڑی میں دیکھتے ہیں کہ جب اس کے پاس تمام ظاہرہ اسباب ختم ہو جاتے ہیں کہ جن پر اس پورے نظام کو چلانے کا دارومدار ہوتا ہے تو وہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے۔

بے شک غیر اللہ سے پناہ کی درخواست کرنا کوئی قابلِ مذمت شئے نہیں بلکہ یہ آکہ انسانی خوبیوں میں سے ایک ہے کہ جن کی شناخت کرنا اور ان کے ھدف اور مقصد معرفت حاصل کرنا انسان کیلئے ضروری ہے کیونکہ یہ انسان کی رہبر و رہنما ہیں۔ اور ایسی ہر خوبی کا انسان میں پایا جانا اور حاجت پوری کرنا بے کار نہیں۔ یاد رہے! کہ انسان کا ظاہری علل و اسباب کے سامنے قدرت رکھنے والی ایک ذات کی طرف رجحان ہونا ہے اور نا الفاظ دیگر قدرت رکھنے والے اللہ کی جانب متوجہ ہونا ہے۔ نیز یہ صفت یا رجحان رہبر و رہنما بن جاتی ہے تاکہ جس وقت تک انسان میں یہ فطرت رہے گی وہ اس حاجت کو پورا کرنے کیلئے کوشش کرتا رہے۔ چنانچہ اس کی خارج میں بھی واقعیت اور حقیقت تسلیم کی جائے گی (اور یہ بات بڑی حد تک اس دودھ پیتے نوزائیدہ بچے سے مشابہ ہے جو ماں کے پستان ڈھونڈتا ہے وہ پستان جو اس کیلئے مناسب ہوتا ہے اور اس میں بچے کی زندگی کیلئے تمام مطلوبہ غذا موجود ہوتی ہے)۔

دعا کی دو حالتیں

دو حالتیں ایسی ہیں کہ جن میں انسان اپنے پروردگار سے دعا کرتا ہے:

ا۔ مجبوری کی حالت

یہ ایسی دعا ہوتی ہے کہ جب انسان مصائب و مشکلات میں گرفتار ہو جاتا ہے تو اس کے سامنے چھٹکارا پانے کے تمام دروازے بند ہو جاتے ہیں اور اس کے علل واسباب ختم ہو جاتے ہیں اس وقت وہ فطری طور پر مجبور ہو کر اللہ کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ اس طرف اللہ کی طرف متوجہ ہونا انسانی خوبی یا کمال نہیں سمجھا جاتا۔

۲۔ اختیاری حالت

یہ خوشحالی اور اطمینان کی حالت میں دعا کرنا ہے کہ جب انسان اپنے رب کی نعمتوں اور برکتوں کی وجہ سے اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے دعا کرتا ہے۔ کیونکہ اسے معلوم ہوتا ہے کہ وہی ایک ذات ہے جس نے اس پر نعمتیں نازل فرمائی ہیں اور ان کے ذریعے اس پر احسان کیا ہے۔ چنانچہ وہ اللہ کی گزشتہ نعمتوں کا شکر ادا کرتا ہے اور اس کی ذات سے دعا گو ہوتا ہے کہ یہ نعمتیں اس کے پاس جاری وساری رہیں۔ نیز وہ اپنے فضل و کرم میں اضافہ فرمائے، اس سے ناراضگی کو دور رکھے اور اسے اپنی اطاعت کے قریب رکھے تا کہ وہ اس کے شکر کا حق ادا کرے انسان کی یہ نفسیاتی عظمت اس شکر گزار بندے کی منزل کمال سمجھی جاتی ہے۔ (شہید مطہری سلسلہ معارف ۴، خواہشات ودعا، ص۱۹۔۲۰)

مشکلات دنیاوی کا دور ہونا

امام امیر المومنین علیہ السلام کا ارشاد: بلاؤں کی موجوں کو رد کرو دعا کے ذریعے سے اس سے قبل کہ بلا آئے اور اور فرمایا کہ بلا مومن کیطرف تیز آتی ہے اس پانی سے جو پہاڑ سے زمین کی طرف آتا ہے،، ایسے وقت میں مومن کے لیے سوائے دعا کے کوئی چیز محافظ نہیں۔ لہٰذا دعا کرو تا کہ رد بلا ہو۔ (علامہ مجلسی، مترجم: عین الحیاۃ، روح الحیات، ص۴۸۰)

مالک بن دینار کہتے ہیں کہ لوگ حج بیت اللہ کے لئے شہر سے روانہ ہورہے تھے، تو ایک ضعیفہ خاتون کو ہم نے دیکھا جس کے پاس سواری کے لئے ایک لاغر اونٹ تھا۔ اس بیبی سے کہا کہ یہ سواری آپ کے ومکہ تک نہیں پہنچائے گی۔ اگر آپ کے پاس استطاعت ہو تو موٹا تازہ اونٹ کریدیں اگر اونٹ خریدنے کی سکت نہیں ہے تو آپ اپنے گھر میں بیٹھی رہیں، اس اونٹ کے ساتھ مکہ میں جانا محال ہے۔

مگر اس ضعیفہ نے خاتوں نے کسی کی بات پر توجہ نہیں کی اور قافلے کے ساتھ روانہ ہوئیں۔ راستے میں اس ضعیفہ کا اونٹ تھک ہار کر بیٹھ گیا اور کسی طرح سے اٹھنے میں نہ آیا۔ تمام قافلہ والے اس افتادہ پر پریشان ہوئے۔

میں اس خاتون کے پاس گیا اور اسے ملامت آمیز لہجے کہا۔آپ بھی کیا ضدی خاتون ہیں، تمام قافلے والوں نے آپ کو سمجھایا تھا لیکن اسوقت آپ نے کسی کی بات نہ مانی تھی، اب آپ کو ہماری بات کے صحیح ہونے کا اندازہ ہوگیا ہوگا اس خاتون نے مجھے کائی جواب نہ دیا۔آسمان کی طرف اس نے سر اٹھا کر کہا: خدایا! تو نے مجھے اپنے گھر بھی جانے نہ دیا اور اپنے گھر بھی نہ پہنچایا۔ اگر تیرے علاوہ کسی اور نے میرے ساتھ ایسا کیا ہوتا تو میں اس کی شکایت تیرے پاس کرتی، لیکن اب میری شکایت کس کے پاس کرو، مالک کہتے ہیں۔اتے مین۔ میں نے دیکھا کہ ایک شخص ناقہ دوڑا کر اس خاتون کے پاس آیا اس خاتون سے کہا کہ آپ سوار ہو جائیں۔ خاتوں ناقے پر سوار ہوئیں۔ وہ ناقہ بجلی کی طرخ تیز تھا۔ تمام اصل قافلہ پیچھے رہ گیا، اکیلی خاتون اس ناقے پر سوار ہو کر ہم سے نکل گئیں بھر کسی منزل پر میں نے ان کو دوبارہ نہ دیکھا۔ ایکمرتبہ میں جب حرم شریف میں طواف کر رہا تھا تو وہی خاتوں مجھے نظر آئیں۔ مین نے خاتون کو قسم دیکر کہا کہ آپ اپنا تعارف کرائیں۔

توانہوں نے کہا۔ میرا نام شہرہ ہے۔ میری ماں کا نام مسکہ ہے اور میری نانی فضہ ہے جو حضرت زہراء کی کنیز تھیں اور تم نے جو ناقہ دیکھا یہ جنت کا ناقہ تھا۔ میں نے اللہ تعالی کو حضرت فاطمہ علیہا السلام کی عظمت و حرمت کی قسم دی تھی تو اللہ تعالی نے ایک فرشتے کے ہاتھ جنت کے ناقے کو میرے پاس روانہ کیا تا کہ میں میں پیدل نہ چلتی رہوں۔ (مولانا غلام اصغر شمسی، دعا، ص٦٧)

اے وہ جس کے ذریعے مصیبتوں کے بندھن کھل جاتے ہیں۔اے وہ جس کے باعث سختیوں کی باڑھ جاتی ہے وہ جس وسعت وفراخی کی آسائش کی طرف نکال کے جانے کی التجا کی جاتی ہے، تو وہ ہے کہ تیری قدرت کے آگے دشواریاں آسان ہو گئیں۔ (علامہ مفتی جعفر حسین، صحیفہ کاملہ سجادیہ، ص١٠٦)

ملکی ترقی میں دعا کا کردار

لوگوں کو خدا کی طرف متوجہ کرنے کیلئے حتمی طور پر ترغیب دلانی چاہئے۔ اس بات سے قطع نظر کہ یہ دعائیں انسان کو کمال مطلق تک پہنچانے میں مدد کرتی ہیں۔ یہ دعائیں ملک کی ترقی و خوشحالی میں بھی بہت معاون و مددگار ثابت ہوتی ہیں۔ ایک وقت مدد کرنا یہ ہے کہ انسان کسی چور کو گرفتار کرتا ہے یا یہ کہ وہ خود چوری نہیں کرتا۔ جو لوگ اہل مسجد و دعا ہیں وہ معاشرے کی نصف آبادی ایسے افراد پر مشتمل ہے جو اپنے اسی دعا

و مناجات اور ذکر خدا میں ہونے کی وجہ سے معصیت الہی سے اجتناب کرتی ہے، مثلاً ایک دکاندار ہے جو وہاں اپنی روزی کیلئے دھوڑ دھوپ کرتا ہے اور نہ کوئی گناہ انجام دیتا ہے اور نہ کسی قسم کی چوری کرتا ہے۔ لیکن وہ افراد لو گھاٹ لگا کر اور کسی اسلحہ اٹھا کر انسانوں کو قتل کرتے ہیں، اور دعا وغیرہ سے سروکار نہیں رکھتے ہے اور نہ کوئی گناہ انجام دیتا ہے اور نہ قسم کی چوری کرتا ہے۔ لیکن وہ افراد جو گھاٹ لگا کر اور اسلحہ اٹھا کر انسانوں کو قتل کرتے، اور دعا سے سروکار نہیں رکھتے اور وہ ان باتوں کے اہل ہوتے اور انہیں چیزوں، یعنی دعا و مناجات وذکر سے ہوتی ہے کہ جو پیغمبر اور خدا سے نقل ہوئی ہیں۔

دعا کے ذریعے کے قلب کے حجابوں کا دور ہونا

ہم مناجات شعبانیہ میں پڑھتے ہیں کہ،، خداوندا! مجھے توفیق عطا کر کہ میں تمام چیزوں سے کٹ کر اور دنیوی و مادی علائق سے جدا ہو کر صرف تیرا بن جاوں اور قلوب کی آنکھوں کو نورانی بنادے حتی نورانی حجابوں کو ہٹادے،،

خداوندا! ہماری اس مقام کی طرف ہدایت کرتا کہ ہماری باطنی آنکھیں نورانی حجابوں کو ہٹا کر اس پار دیکھ سکیں اور تجھ تک پہنچ سکیں۔

آپ قرآن و نماز میں پڑھتے ہیں کہ (اھدنا الصراط المستقیم) یعنی راہ مستقیم ہے کہ جو انسان کو اس کے کمال مطلق تک پہنچاتی ہے اور انسان کی حیران وپریشان کو ختم کردیتی ہے، شر اگر خود اس راہ مستقیم کو طے کرنا چاہے تو وہ نہیں کر سکتا، کیونکہ وہ اس سے لاعلم ہے۔ یہ خدا ہے کہ جو اس راہ مستقیم کو جانتا ہے، یعنی وہ راہ جو انسان کی حیرانی وپریشانی اور بے چینی و اضطراب کو ختم کرتی ہے۔ اس کی انتہا اور آخر خداوند عالم پر ہوتی ہے۔ ہم اپنی نمازوں میں خدا سے دعا کرتے ہیں کہ ہمیں صراط مستقیم کی جانب ہدایت فرمایئے، سیدھی راہ نہ ادھر کی (غیر المغضوب علیھم ولاالضالین) عذاب شدہ اور گمراہوں کی راہ، صراط مستقیم سے بلکل الگ ہے۔ یہ لوگ اپنی راہ پر جتنا بھی آگے جاتے ہیں اپنے اصل مقصد سے دور ہوجاتے ہیں۔ (امام خمینی کی نگاہ میں، تعلیم و تربیت، ص ۱۱۳۔ ۱۱۴)

دعا عبد و معبود کے درمیان وہ عظیم الشان رابط ہے جسے حضور اکرم نے،، سلاح المومن،، قرار دعا ہے اور امیر المومنین علیہ السلام کا فرمان ہے کہ: دعا مومن کی سپر ہے، اور جب تم (کسی) دروازے کو بہت زیادہ کھٹکھٹاو تو (عام طور سے) وہ کھول دیا جاتا ہے۔

انسانی زندگی مختلف نشیب وفراز میں ایسے لمحات آتے ہیں، اس پریشانی کے عالم میں انسان کے دل کو یہ یقین ہو کہ ایسی زبردست و بالادست طاقت موجود ہے اس کی پریشانی دور کر سکتی ہے اور اس کی کشتی حیات کو بھنور

سے نکال کر ساحل مراد تک پہونچا سکتی ہے۔ تو اس کی ناامیدی امید سے بدل جاتی ہے اور ٹوٹے ہوئے دلوں کو سہارا مل جاتا ہے (شیخ ابن فہد حلی آداب بندگی، ص ۳)

پیغمبر اکرم فرماتے ہیں: اللہ کی نگاہ میں دعا سے زیادہ مکرم کوئی شے نہیں ہے،، (گروہ مطالعات وتدوین درسی، مترجم سید کمیل اصغر وسید رضوان حیدر رضوی، ۳۰۴، سازمان حوزھا ومدارس علمیہ خارج از کشور،)

دعا کا تربیتی پہلو قرآن اور احادیث معصومین علیہم السلام کی روشنی میں

لوگ دعا کی حقیقت سے واقف نہیں ہیں اس لیے یہ لوگ دعاؤں کی کتابوں پر تنقید کرتے ہیں، یہ لوگ جاہل ودرماندہ ہیں اور یہ اس بات سے لاعلم ہیں کہ دعاؤں کی کتابیں کس طرح کا انسان بناتی ہیں۔ یہ لوگ نہیں جانتے کہ دعائیں جو ہمارے آئمہ سے نقل کی گئی ہیں، مثلاً مناجات شعبانیہ، دعائے کمیل دعائے عرفہ امام حسین، دعائے سمات وغیرہ، یہ کیسے انسان کی تربیت کرتی ہے۔ (امام خمینی کی نگاہ میں، تعلیم وتربیت، ص۱۱۱۔ ۱۱۲)

دعا اثر سے خالی نہیں ہوتی:

امام سجاد علیہ السلام نے فرمایا: مومن اپنی دعا سے تین چیزوں میں سے کوئی ایک چیز حاصل کرتا ہے:

۱۔ دعا آخرت کے لئے ذخیرہ بن جاتی ہے۔ ۲۔ یا دنیا میں ہی پوری ہو جاتی ہے۔ ۳. یا کسی آنے والی مصیبت کو دور کر دیتی ہے۔ (افضل زیدی قمی، سبق آموز احادیث اور واقعات، ص۶۱)

حضرت رسول خدا: کوئی مومن ایسا نہیں جو اللہ سے ایسی دعا مانگے جس میں نہ قطع رحمی کی درخواست ہو اور نہ ہی گناہ کا حصول ہو، تو خداوند متعال اسے تین خصلتوں میں سے ایک ضرور عطا فرماتا ہے۔

۱۔ یا تو اس دعا جلد قبول ہو جاتی ہے، ۲۔ یا اس کے لیے آخرت میں ذخیرہ کر لی جاتی ہے۔ ۳۔ یا اس سے اس طرح کی کوئی مصیبت دور کر دی جاتی ہے۔

امام صادقؑ فرماتے ہیں: اللہ تبارک وتعالی مومن کا حساب اپنے ہاتھ میں لے گا اور فرمائے گا،، یہ حساب جانتے ہو،،؟ وہ عرض کرے گا:،، نہیں اے میرے رب!،، تو نے مجھ سے فلاں فلاں چیز کے بارے میں دعا مانگی تھی لیکن میں نے اس دعا کو (اس وقت ہورا نہیں کیا تھا بلکہ) تیرے لیے ذخیرہ کر لیا لیا تھا،،

جب وہ اللہ کے ثواب کی عظمت کو ملاحظ کرے گا تو کہے گا:،، اے میرے پالنے والے! کاش تو نے میری کوئی دعا دنیا میں قبول نہ کی ہوتی اور اسے آخرت کیے میرے واسطے ذخیرہ کر لیا ہوتا، (آیت اللہ محمد ری شہری، مترجم: مولانا محمد علی فاضل، میزان الحمت، ج ۳، ص۱۲۶۔۱۲۸)

دعا کے ساتھ ساتھ کام اور خدمت میں اضافہ

یہ افراد جو اپنی خام خیالی کے مطابق لوگوں کو دعا اور ذکر وغیرہ سے پرہیز کرنے کا حکم دیتے ہیں۔تاکہ لوگ دنیادار بن جائیں، یہ لوگ ہرگز نہیں جانتے ہیں کہ یہی دعا و مناجات وغیرہ ہی ہیں کہ جو انسان کی اس طرح تربیت کرتی ہیں کہ اسے دنیا سے جس طرح سلوک اختیار کرنا چاہئے، وہ ویسا ہی سلوک اختیار کرتا ہے، تمام انبیا نے تمام مشکلات کا سامنا کیا لیکن اس کے ساتھ ساتھ وہ سب اہل ذکر و فکر اور دعا و مناجات بھی تھے اور وہ تھے جنھوں نے دنیا میں عدل و انصاف کو قائم کیا یہی کام امام حسین نے انجام دیا کہ جنھوں نے روز عرفہ دعائے پڑھی اور آپ دعائے عرفہ کو جانتے ہیں کہ وہ کتنی عظیم دعا ہے! یہی اور خدا کی طرف متوجہ در اصل خدا کیلئے قیام جیسی باتوں کا پیش خیمہ بنتی ہے اور یہی دعائیں ہیں کہ جو انسان کی توجہ مبدا غیب کی طرف دلاتی ہیں۔اگر انسان صحیح انداز سے دعاوں کو پڑھے تو یہی مبدا غیبی کی طرف توجہ اس بات کا موجب بنے گی کہ انسان سے دنیوی علائق آہستہ آہستہ کم ہو جائیں۔یہ دعائیں نہ صرف یہ کہ مانع از فعالیت نہیں ہیں، بلکہ انسان بہتر انداز سے اپنی فعالیت انجام دیتا ہے لیکن یہ فعالیت اپنی ذات کیلئے نہیں ہوتی ہے کہ اسے اپنے اور اپنی دنیا کے بجائے مخلوق خدا کیلئے فعالیت انجام دینی چاھئے کہ جو در اصل خدا کی خدمت و عبادت ہے۔ (امام خمینی کی نگاہ میں، تعلیم و تربیت، ص۱۱۱)

نتیجہ

اس تحقیق کے لکھنے کے بعد میں نے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ کسی بھی معاشرے کی ترقی کا ضامن ایک خاندانی نظام ہوتاہے کیونکہ خاندانوں سے جڑ کر معا شرہ تشکیل پاتا ہے ۔ اور ایک کا میا ب خاندا ن کی بنیاد ایک بہتر ین از دواج پر مشتمل ہے۔یعنی اگر دیکھا جائے تو جوعوامل ایک خاندان کو تباہ وبر باد کرنے میں موثر کر دار ادا کرتے ہیں وہی عوا مل غیر مباشر طریقے سے ہمارے معا شرے کو بھی تباہ وبر باد کر دیتے ہیں ۔پس اس لحاظ اپنے معا شرے کی ترقی اور تر ویج کے لیے ضروری ہے کہ ہم خاندا نی نظام کو بہتر بنائیں اور وہ اس صورت میں ممکن ہے کہ جب ازدواجی زندگی بہترین ہو پس لوگوں کی توجہ ان عوا مل اور نقصا نات کی طر ف مبذول کر وا ئی جا ئے ۔جو ازدوا جی زندگی کوکھو کھلا کرنے میں کار ساز ہیں اور آ گاہ کیا جائے ان نقصا نات سے بچنے کے راہ حل کی طرف جو ازدوا ج زندگی کو مستحکم کرنے کا باعث بنتے ہیں ۔

منابع و مآخذ

۱۔ قرآن مجید۔

۲۔امام خمینی کی نگاہ میں، تعلیم وتربیت، موسسہ تنظیم و نشر آثار امام خمینی۔ بین الاقوامی امور، طبع اول۔ ۲۰۰۵ء

۳۔ مصطفیٰ، ابراھیم، و دیگران، المعجم الوسیط: مکتب رحمانیہ، بی تا

۴۔ طوسی، تفسیر التبیان،

۵۔ مطہری، مرتضی، تعلیم وتربیت، اصفہان: انتشارات صدارت، چ بیست وسہ

۶۔ سیوطی، جلال الدین، اتقان فی علوم القرآن، تہران، ایران (امیر کبیر)

۷۔ جواد شہید، مولانا میرزا محمد، تجلیات الحسین، لاہور پاکستان، ادارہ منہاج الحسین، چ ا، ۲۰۱۳ء

۹۔ باقلانی، محمد بن طیب ابو بکر، اعجاز القرآن، مصر: دار المعارف، چ: پنجم ۱۹۹۷م ۱۰۔ شفیع، مفتی محمد، و دیگران، المنجد

۱۱۔ طریحی، فخر الدین بن محمد، مجمع البحرین، تہران: مرتضوی، چ: سوم ۱۳۷۵ش

کیرانوی، وحید الزمان قاسمی، قاموص

۱۲۔ مصطوی، حسن، التحقیق فی کلمات القرآن، تہران: وزارت فرہنگ وارشاد اسلامی، چ: ا ۱۳۶۱

۱۳۔ حناوی، یوسف العر، فطری تربیت کے اہم تقاضے، لاہور: اسلامک پبلشرز لمیٹیڈ، ۱۴۔ امین، بکری شیخ، التعبیر الفنی فی القرآن، بیروت، لبنان: موسسہ ثقافیہ دار العلوم للملامیین،

۱۵۔ مدنی، اکبر شمس، لفظ قرآن کا معنی و مفہوم، ویب سائٹwww aetadeal com

۱۶۔ ری شہری، آیت اللہ محمد، ناشر: مصباح القرآن ٹرسٹ لاہور، عاشق شاہ زیب پریس

۱۷۔ مدرسین حوزہ علمیہ قم القدس، آداب اسلامی، ناشر: معراج کمپنی۔لاہور۔ پاکستان،، طبع ا

۱۸۔ نقوی، مولانا سید فیاض، انتخاب تفسیر نمونہ، بی جا، بی تا

۱۹۔ دہقان، اکبر، درہائے آبدار، ناشر: مرکز فرہنگی درہائی از قرآن، بی تا

۲۰۔ مطہری، مرتضی، سبق آموز واقعات، بی جا، بی تا

۲۱۔ نجفی، محسن علی، الکوثر فی تفسیر القران، بی جا، بی تا

۲۲۔ شیرازی، ناصر مکارم، تفسیر نمونہ، بی جا، بی تا

۲۳۔آصفی، مہدی، دعاوتوبہ ناشر: مصباح القرآن ٹرسٹ۔لاہور۔ پاکستان، چ: اول
۲۴۔ قمی، سید علی افضل زیدی، سبق آموز احادیث اور واقعات، ج: ا، ناشر: محمد علی بک ڈپو، طبع ۲۰۱۷
۲۵۔لیب، محمد عند، آداب اسلامی اردو، ناشر: معارف اسلام پبلشرز، ج ۲
۲۶۔اصغر، سید کمیل، گروہ مطالعات وتدوین درسی، بی تا
۲۷۔ حلی، شیخ ابن فہد، آداب زندگی، بی تا